شذرات

حال میں پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادۂ علمی سے غیر معمولی شغف پیدا ہو رہا ہے۔ ان کی کتابوں کے اصل متون شائع کئے جا رہے ہیں۔ بعض کے اردو ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے کے بزرگوں پر علمی و دینی رسائل میں تحقیقی مضامین چھپ رہے ہیں۔ اور کئی جگہوں میں شاہ ولی اللہ کی کتابوں کو باقاعدہ پڑھایا جانے لگا ہے۔ مزید برآں برصغیر سے باہر دوسرے مسلمان ملکوں کے علماء اور یورپی اور امریکی اہل قلم کی بھی شاہ صاحب کی طرف خصوصی توجہ ہو رہی ہے اور وہ بھی مسلمانان پاک و ہند کے اس سب سے بڑے عالم دین اور مفکر سے متاثر ہیں اور ان کا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کی عظیم شخصیت علوم نقل و عقل دونوں کی جامع تھی۔ علوم حدیث کے فروغ میں ان کی اور ان کے جانشینوں کی مساعی جس طرح بارآور ہوئیں۔ اس کا عملی ثبوت برصغیر کے وہ لاتعداد دینی مدارس ہیں، جہاں بڑے ذوق و شوق سے علم حدیث کے درس ہوتے ہیں۔ اور اس سرزمین میں حدیث کا عام چرچا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی تجدید کا یہ ایک پہلو ہے اور اگرچہ یہ بڑا اہم سہی، لیکن یہ ان کی تجدید عمومی کا کلی نمائندہ نہیں۔ شاہ صاحب ایک محدث ہونے کے ساتھ ایک مجتہد فقیہ بھی تھے۔ اور معرفت و حکمت میں بھی ان کی بڑی عمیق اور وسیع نظر تھی، نیز وہ اجتماعیات کے عالم تھے۔ آج ضرورت شاہ صاحب کی تجدید کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور ان سے رشد و ہدایت حاصل کرنے کی ہے۔

بات یہ ہے کہ آزادی سے پہلے پاک و ہند کے مسلمانوں کے مسائل کی نوعیت اور تھی۔ اس وقت ان کی دینی سرگرمیاں بیشتر عبادات اور تعلیم و تعلم تک محدود تھیں، اور ملکی سیاسیات اور اس سے

متعلقہ معاملات میں اگر وہ بحیثیت مسلمان کے حصہ لیتے تھے، تو اس کی نوعیت زیادہ تر جد و جہد کی ہوتی۔ اور ان دو دائروں میں انہیں بہت کم کوئی مثبت چیز پیش کرنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ ان کے دلوں میں ان دونوں اسلامی حکومت، اسلامی معاشرت، اسلامی معیشت اور اسلامی ضابطۂ حیات کو بروئے کار لانے کے خیالات اور جذبات تھے اور اکثر ان کی زبانوں سے قومی و ملی مطالبات کی شکل میں انہی کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن اب آزادی کے بعد صورت حال بالکل بدل گئی ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، مسلمانوں اور ان کی حکومت دونوں پر اب یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی حکومت، اسلامی معاشرت، اسلامی معیشت اور اسلامی ضابطۂ حیات کے تصورات کو عملی شکل دیں اور پھر یہ عملی شکل اس نوعیت کی ہو کہ وہ دین اسلام کے بنیادی تقاضوں کو بھی پورا کرے، تیرہ سو سال کے ملی تسلسل کو بھی قائم رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ عہدِ حاضر کی ضرورتیں ہیں، اور پاکستان کے بحیثیت ایک معین مملکت کے جو خصوصی مسائل ہیں، یہ عملی شکل ان سے بھی عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو۔ یہ مسئلہ ظاہر ہے بڑا مشکل اور پیچیدہ ہے اور اس قسم کے مسائل کو حل کرنے میں بہت سے اسلامی ملک جو ہم سے پہلے آزاد ہوئے، کافی ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ اور اب تک انہیں "راہِ وسط" نہیں مل سکی۔

یہ مسئلہ یعنی اپنے ان اسلامی تصورات کو موجودہ حالات میں عملی شکل دینے کا مسئلہ، جس سے اس وقت ہم دوچار ہیں، ٹھوس اور مثبت حل چاہتا ہے۔ سیاسی غلامی کے زمانے میں تو اس بارے میں نعروں سے کام چل جایا کرتا تھا۔ لیکن اب جب کہ ملک کے نظام کو توڑنے اور بنانے کا اختیار خود ہمیں مل گیا ہے، نعروں کے بجائے ہمیں ان نعروں کا بدل عملی لحاظ سے تلاش کرنا ہے۔ اس میں جتنی تاخیر ہوگی ہماری قومی زندگی کی ذہنی الجھنیں اور بڑھیں گی، اور اجتماعی خلفشار اور زیادہ ہوگا۔

اس مسئلے کے حل کے لئے ہمیں یقیناً جدید اور قدیم دونوں مکاتب علم و فکر کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اب جہاں تک قدیم مکتب علم و فکر سے استفادہ کا تعلق ہے ہمارے خیال میں

اگر ہم شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو اس کے لئے واسطہ بنائیں اور اس میں ان کی روشن کی ہوئی شمعِ علم سے کام لیں، تو ہمارے لئے اس مسئلہ کا متوازن اور صحیح حل تلاش کرنا قدرے آسان ہوسکتا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب قدیم مکتب علم و فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود نسبتاً جدید ہیں، پھر وہ صرف محدث ہی نہیں۔ بلکہ مجتہد فقہ بھی ہیں ۔ اس کے علاوہ وہ عالم اجتماعی ہیں۔ حکیم ہیں۔ اور حکیم کی ان میں فکری ہمہ گیریت ہے۔

آج پاکستان میں وہ اسلامی عزائم، جو اس مملکت کو وجود میں لانے کے محرک ذہنی بنے تھے" صرف اسی صورت میں عملی جامہ پہن سکتے ہیں اگر ہم شاہ ولی اللہ کی فکری ہمہ گیریت' ان کے فقہی اجتہاد و اجتماعی شعور اور سب سے زیادہ ان کا زندگی اور سنّتِ زندگی سے تعلق رکھنے والے شعائر و قوانین کے بارے میں جو تاریخی ارتقار کا بنیادی تصور ہے' اسے اپنائیں' اور اس کو مشعل ہدایت بنا کر اپنے مسائل کا حل تلاش کریں ۔ اسی کا نام حکمت ولی اللہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ حکمت ولی اللہی آج سے دو سو سال قبل ایک خاص قسم کے ذہنی و علمی و اجتماعی ماحول میں مدون کی گئی تھی، چنانچہ اِس میں اُس ماحول کے بعض اثرات کا ہونا فطری ہے۔ ظاہر ہے اب وہ ماحول نہیں رہا۔ اور اس کے بجائے ہمیں ایک مشینی ماحول سے سابقہ پڑ رہا ہے جس کے نہ صرف مظاہر شاہ صاحب کے ماحول سے مختلف ہیں۔ بلکہ اس کے تقاضے بھی اس سے مختلف ہیں ہمیں شاہ صاحب کی اس حکمت کا موجودہ ماحول کے نقطہ نظر سے تنقیدی جائزہ لینا ہے۔ اسی صورت میں یہ حکمت ہمارے لئے کارآمد ہوسکتی ہے۔ اور ہم اس سے ہدایت حاصل کرسکتے ہیں۔

کسی مثبت فکر کو جس کی کہ جڑیں دور تک زمین میں ہوں اور اس کی اپنی ایک مسلسل و مربوط تاریخ بھی ہو' اپنائے بغیر اگر ایک قوم کا قافلہ نئی راہوں پر چلتا ہے تو اس کا اِدھر اُدھر بہک جانا اور افراط و تفریط کا شکار ہوجانا بہت آسان ہوتا ہے اگر ہمیں ان لغزشوں سے بچنا ہے تو حکمت ولی اللہی کو اپنا فکری محور بنانا ہوگا۔